Fikr-o-Nasar (Islamabad) 13:9 (1976)

# سیرت طیبہ کا مطالعہ

○ ——— عبدالقدوس ہاشمی

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور آپ کے احوال زندگی کا بار بار اور غور و فکر کے ساتھ عمیق مطالعہ نہ صرف مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری ہے بلکہ غیر مسلموں کے لئے بھی ایک فریضۂ انسانی کا درجہ رکھتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے تو یہ مطالعہ اس لئے نہایت ضروری ہے کہ ہمیں خالقِ کائنات خدائے بزرگ و برتر نے اپنی کتاب قرآن مجید میں یہی حکم دیا ہے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ آنحضور کے نقشِ قدم پر چلیں، ان کی اتباع کریں اور ان کے اسوۂ حسنہ کو اپنی زندگی کے لئے نمونۂ عمل قرار دے کر اپنے آپ کو اسی رنگ میں رنگنے کی سعی کریں اور اسی میں ساری زندگی بسر کر دیں۔ ظاہر ہے کہ اس حکم کی تعمیل ہم اسی صورت میں کر سکتے ہیں جبکہ ہم آپ کی سیرت طیبہ سے واقفیت حاصل کریں، بار بار پڑھیں سنیں، دوسروں کو سنائیں، خود یاد رکھیں اور دوسروں کو یاد دلاتے رہیں۔ ایسا کبھی نہ ہونے پائے کہ ہم پر غفلت طاری ہو۔ رسول اللہ سے محبت، اللہ سے محبت ہے، اور رسول اللہ سے غفلت، اللہ سے غفلت ہے۔ اور جو اللہ کی یاد سے غافل ہو گیا اسے نہ اِس دنیا میں چین اور نہ اُس دنیا میں چین۔ اور ایک غیر مسلم کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ اس لئے ایک فریضۂ انسانی کا درجہ رکھتا ہے کہ نوع انسانی میں سے مردِ کامل کا صرف یہی ایک نمونہ ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے اتباع کرے یا انکار، لیکن یہ جان لینا تو ہر آدمی پر فرض ہے کہ ہر پہلو سے کامیاب و کامران اور ہر اعتبار سے مکمل انسان کیسا ہوتا ہے؟ کون بدنصیب ہوگا جو یہ نہ چاہے کہ اسے ایک بامقصد اور کامیاب زندگی میسر ہو۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کامیاب زندگی کیسی ہوتی ہے اور کیا اس کا کوئی مکمل نمونہ ہمیں نظر آتا ہے کہ ہم اس سے کچھ سیکھیں اور کچھ حاصل کریں۔

زمین پر زمانۂ نایادگار سے نوع انسانی آباد ہے اور آج بھی لاکھوں اور کروڑوں نہیں بلکہ

اربوں آدمی اس دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ سب کا قصہ ایک ہی سا قصہ ہے کہ پیدا ہوا، بڑوں نے دیکھ بھال کی، پرورش و پرداخت ہوئی، ایک محدود مدت تک زمین پر زندہ رہا اور بالآخر مرکر پیوند زمین ہو گیا۔ نہ پیدا ہوتے میں اختیار و ارادہ کو دخل تھا اور نہ موت میں۔

حیات جاوداں میری نہ مرگ ناگہاں میری

سب کہاں؟ جن چند لوگوں کا حال آپ کو معلوم ہے ان ہی کی زندگیوں پر غور کیجئے۔ پیدائش اور موت پر تو یقیناً کسی کو بھی اختیار حاصل نہ تھا لیکن سن بلوغ سے موت تک جو کچھ وہ اپنے ارادہ و اختیار سے کرتے رہے ان اعمال و افکار میں انہوں نے اپنے ارادہ و اختیار کو کس کس طرح استعمال کیا۔ اور وہ اپنے مقاصد زندگی میں کس حد تک کامیاب ہوئے۔ ہاں! اور یہ بھی دیکھئے کہ انہوں نے اپنے ایک رخ کی تکمیل کے لئے زندگی کے دوسرے رخوں کو نظر انداز تو نہیں کر دیا۔ مثلاً ایک شخص روحانی سکون حاصل کرنے کے لئے بیوی بچوں کو چھوڑ کر پہاڑ پر جا بیٹھا تو اس کی زندگی اور پہاڑ کی چٹان میں کیا فرق باقی رہا۔ آدمی نہ ہوا، پہاڑ کی ایک چٹان ہوئی۔ دوسرا بیوی بچوں اور عیش و عشرت میں اس طرح الجھا کہ ساری کائنات سے غافل ہو گیا، تو اس کی زندگی اور کتے بلیوں کی زندگی کے مابین امتیاز کیا رہا۔ وہ نہ رہا کتے رہے بلیاں رہیں۔ آدمی کاہے کو ہوا محض ایک جانور ہو کے رہ گیا۔

انسانی زندگی تو مختلف اور متنوع فرائض و واجبات کا مجموعہ ہے اور ان ہی کی اچھی طرح تکمیل سے زندگی کا کمال وابستہ ہے۔ ایک آدمی پر کچھ فرائض اپنی ذات کی طرف سے عائد ہوتے ہیں۔ کچھ کنبے اور گھرانے کی طرف سے، کچھ ہمسایوں اور اہلِ وطن کی طرف سے، کچھ قوم و ملت کی طرف سے اور کچھ بنی نوع انسانی کی طرف سے۔ ان ہی متنوع فرائض و واجبات کی اس طرح متناسب و متوازن ادائیگی کہ ایک کی وجہ سے دوسرا رخ متاثر نہ ہو اور ایک میں انہماک سے دوسرے کی طرف سے تغافل نہ پیدا ہو جائے، کامیاب و کامران زندگی کہلاتی ہے۔ اپنی ذات سے وابستگی اور اپنی راحتُ عافیت کا اہتمام یقیناً ہر انسان کی اوّلین تمنا ہے۔ اس حد تک کہ پہاڑوں میں تارک الدنیا کی زندگی گزارنے والے سادھو بھی بھوک پیاس کے لئے کچھ نہ کچھ جتن کیا ہی کرتے ہیں۔ اور گرمی سردی سے بچنے کے لئے کوئی نہ کوئی غار تلاش کر ہی لیتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنی ہی ذات کو مقصود و معبود بنا لے اور زندگی کے دوسرے واجبات سے غافل ہو جائے تو اس کی زندگی کو نمونہ کی کامیاب زندگی نہیں کہا جا

سکتا، اور نہ ایسی کسی زندگی سے ہمارے لئے کوئی ہدایت حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ

ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

اب اس تصویر کا دوسرا رخ لیجئے۔ ایک شخص وطن دوستی بلکہ ناپاک وطن پرستی کے نشہ میں سرشار ہو کر اپنے اوپر خود فراموشی کی کیفیت طاری کر لیتا ہے، نہ اپنی ذات کی فکر کرتا ہے، نہ پلٹ کر بیوی بچوں کی طرف دیکھتا ہے، حتیٰ کہ ان عمومی فرائض و واجبات کی طرف سے بھی غافل ہو جاتا ہے جو محض ایک انسان ہونے کی وجہ سے اس پر عائد ہوتے ہیں، ایسے شخص کو کوئی ذی ہوش آدمی کامیاب و کامران بھلا آدمی نہیں کہہ سکتا۔ یہ تو ممکن ہے کہ کسی تنگ نظر وطنی حکومت کا اسے سربراہ بنا دیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی شہر کے باغ عام میں آنے والی نسلوں کے دماغوں کو زہرناک بنانے کے لئے اس کا مجسمہ نصب کر دیا جائے مگر بلند نظر آدمی اسے اچھا نمونہ نہیں قرار دے سکتا۔

پھر یہ بھی دیکھیے، ایک آدمی کو اپنی اس مختصر سی زندگی میں کیسے کیسے متنوع حالات سے گزرنا پڑتا ہے، کبھی دولت کی فراوانی، کبھی عزت کی پریشانی، کہیں دوست سے واسطہ پڑتا ہے، کہیں دشمن سے مقابلہ، کبھی صحت و قوت کبھی بیماری و ناتوانی۔ آدمی کو کیا کیا نہیں کرنا پڑتا ہے، کبھی قوم کا سردار کبھی سردار کا فرماں بردار، کہیں حکومت و جماعت کا منتظم کہیں نادانوں کا معلم، یہ انسان ہی تو ہے جو کبھی فوج کا کمانڈر اور کبھی جج بن کر داد عدل گستری دیتا ہوا نظر آتا ہے۔

کیا یہ حقیقت و واقعہ نہیں ہے کہ ہم اپنے بڑوں سے بہت کچھ سیکھتے ہیں۔ تو کیا یہ ضروری نہیں کہ ہمارے سامنے ایک ایسا عملی نمونہ ہو جس کی سیرت میں انسانی زندگی کے ان متنوع و مختلف حالات کا کامیاب نمونہ ہمیں مل جائے۔ تلاش کیجئے دنیا کی تاریخ میں کوئی شخص بھی ایسا دکھائی دیتا ہے جو ہمارے لئے ان تمام حالات میں نمونہ کا کام دے سکے۔ بہت سے فاتحین اور کشور کشاؤں کا حال ملتا ہے، بہت سے فلسفیوں کے افکار ملتے ہیں، بہت سے تارک الدنیا بزرگوں کے تذکرے ہم سنتے ہیں، بہت سے بادشاہوں، وزیروں اور عالموں فاضلوں کے قصے موجود ہیں۔ ان کی بڑائی تسلیم، ان کی سربلندیاں سر آنکھوں پر، مگر غور سے دیکھئے تو یہ سب کچھ سیرت انسانی کے کسی ایک رخ کی کہانی سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس سے انکار نہیں اور ہمارا تو ایمان ہے کہ انسانوں کے پیدا کرنے والے خالق نے ہر زمانہ میں اور ہر قوم میں عملی زندگی کی رہنمائی کے فرائض انجام دینے کے لئے سچے اور بہترین

رہنما بھیجے تھے، لیکن ان کے حالات ہم تک کہاں اور کتنے پہنچ سکے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ ان میں سے اکثر کی تاریخی شخصیت بھی قابل اعتماد تاریخوں سے ثابت نہیں ہوتی۔ اور جو کچھ مستند یا غیر مستند حالات ہمیں ملتے ہیں وہ محض چیدہ چیدہ واقعات ہیں، جن سے ان بزرگوں کی سیرت و کردار کا مکمل تو کیا کوئی نامکمل خاکہ بھی تیار نہیں ہو سکتا۔ ہزاروں سوالات پیدا ہوتے ہیں اور محض سوالات ہی رہ جاتے ہیں، ان کے حل کرنے کے لیے ہمیں ان قصہ کہانیوں میں کوئی کرن نہیں دکھائی دیتی۔

اس کے برخلاف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے والا کسی جگہ تاریکی کا نشان نہیں پاتا۔ ہر چیز واضح اور چمکتے ہوئے آفتاب کی طرح واضح ہے۔ آپ کا شخصی کردار، رحمت، رأفت، شفقت، خشیت، عبادت، شجاعت، عدالت، صداقت، سخاوت، فراست، متانت، ایثار، احساس ذمہ داری، عاجزی اور تواضع، صبر، توکل، ثبات، دانش مندی وغیرہ وغیرہ، سب کی کیفیت، اور ان کے عملی نمونے مل جاتے ہیں، اور بہت سے مل جاتے ہیں۔ اسی طرح آپ کی گھریلو زندگی میں اچھے شوہر، اچھے باپ اور اچھے نانا دادا وغیرہ کے بہترین نمونے ہمیں ملتے ہیں۔ جماعتی زندگی میں اچھے دوست، اچھے ساتھی، شفیق سردار اور مساکین کے سرپرست و مددگار کا بہترین نمونہ ہمیں آپ کی ذات میں ملتا ہے۔ اسی طرح ملی و قومی زندگی میں عدل، انصاف فوجوں کی کمانداری، انتظامات حکومت، رعایا پروری، سیاسی سمجھ بوجھ، دوستوں کی دلداری، دشمنوں کے ساتھ نیک سلوک وغیرہ، ایسا مکمل اور اتنا بہترین نقشہ ہمیں سیرت طیبہ میں دکھائی دیتا ہے کہ ویسا اور کہیں نہیں دکھائی دیتا۔ اور کمال یہ ہے کہ انفرادی و اجتماعی زندگی کے یہ سارے نمونے صرف ایک ہی مقدس و مکمل انسان میں مل جاتے ہیں اور مطالعہ کرنے والا بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ

کاسۂ غیر کو، اور منہ سے لگاؤں، توبہ — نشاں پہچانتا ہوں یار کے پیمانے کی

اس کی ضرورت ہی نہیں پڑتی کہ زندگی کے کسی مرحلہ پر اور کسی حالت میں کہیں اور سے کوئی سبق حاصل کیا جائے۔ خوشی، غم، تونگری، افلاس، سرداری، حکومت، اقتدار، ناتوانی، صلح جنگ، امن، بدامنی، اخلاص، دشمنی وغیرہ، آخر آپ کو اپنی زندگی میں ان ہی باتوں سے تو واسطہ پڑے گا۔ آپ کو ان حالتوں میں کیا یقین رکھنا چاہیئے اور کیا عمل کرنا چاہیئے کہ آپ کامیاب رہیں اور آپ کا خالق بھی آپ سے خوش رہے۔ اس کا جواب آپ کو صرف سیرت طیبہ ہی میں مل سکتا

ہے۔ خدائے بزرگ و برتر نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دین اسلام ہی کی تکمیل نہیں فرمائی بلکہ نبوت اور رہنمائی کے سلسلہ کو آپ پر ختم کر کے سیرت انسانی کی بھی تکمیل فرما دی۔ اور اس طرح تکمیل فرمادی کہ اس سے زیادہ مکمل اور اتنے اچھے نمونۂ کردار کا تصور بھی ممکن نہیں۔

مسلمانوں کے لئے تو اس بات کے سمجھنے میں کوئی دقت نہیں، اس لئے کہ یہ ان کا ایمان ہے اور وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ خالق کائنات کی رضامندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخلصانہ اتباع کے بغیر حاصل ہی نہیں ہو سکتی، اور بغیر حصول رضائے الٰہی نہ دنیا بھلی اور نہ آخرت۔ البتہ ایک غیر مسلم کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی، اس لئے کہ اس میں ایمان و یقین کا فقدان ہے۔ لیکن سیرت طیبہ کا عمیق مطالعہ اس کے لئے بھی ایک فریضۂ انسانی کا درجہ رکھتا ہے۔ اگر اس نے سیرت طیبہ کا مطالعہ نہیں کیا تو اسے کہیں دنیا میں ایسا مکمل، واضح اور تفصیلی نمونہ، کامیاب انفرادی اجتماعی اور قومی زندگی کا نہیں مل سکتا۔ وہ اپنی زندگی کے بہت سے مرحلوں میں یا تو ششش و پنج میں گرفتار ہو جائے گا، یا بری طرح ٹھوکریں کھائے گا۔ زندگی بہرحال زندگی ہے، چاہے مسلمان کی زندگی ہو یا غیر مسلم کی۔ یہ وقت سب پر آتا ہے جب ایک آدمی کا دماغ یہ سوال کرتا ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے، اور ہمارے عمل کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ لازم ہے کہ آدمی کے سامنے اس سوال کے وقت کوئی نمونۂ عمل موجود رہے۔ ایک نبی اور ایک فلسفی کے مابین یہ واضح فرق ہر جگہ نمایاں ہے کہ نبی جو کچھ کہتا ہے اس کے مطابق عمل کر کے دکھاتا ہے۔ اور فلسفی جو کچھ سوچتا ہے اور کہتا ہے، نہ خود اس کے مطابق عمل کرتا ہے اور نہ کسی دوسرے عمل کرنے والے کو نتائج عمل کی ضمانت دیتا ہے۔ مسلم اور غیر مسلم دونوں کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ دنیا کلجگ نہیں کرجگ ہے۔ اور،

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے